Al-Qawārīr - Vol: 02, Issue: 03,
April – June 2021

OPEN ACCESS
Al-Qawārīr
pISSN: 2709-4561
eISSN: 2709-457X
journal.al-qawarir.com

افغانستان میں خواتین کے سماجی، مذہبی اور تعلیمی حقوق ایک جائزہ

An overview of women's social, religious and educational rights in Afghanistan

Obaid Ullah Syed *
Admin Officer, S.A Corporation, Lahore.

Version of Record
Received: 27-June-20 **Accepted**: 24-Oct-20
Online/Print: 29-June-2021

ABSTRACT

Afghanistan is a landlocked country in Central Asia and South Asia, officially known as the Islamic Republic of Afghanistan. It is bordered by Pakistan to the south and east, Iran to the west, China to the northeast, Turkmenistan, Uzbekistan and Tajikistan to the north. Most of its people are Muslims. The country has been occupied by Iranians, Greeks, Arabs, Turks, Mongols, British, Russians and now the United States, respectively. But its people have always resisted foreign occupation.In 1919 it gained independence from the British in Afghanistan, Afghans are very famous for their traditions, In Afghan society, a woman's name is never revealed, even in her tombstone, she is attributed to her father, son or husband. In Afghan society, calling women by their names is considered not only inappropriate but also a matter of honor and dignity to some extent. According to Abdullah Atahi, a spokesman for the Kabul High Court, in Afghan law, a mother's name cannot be listed on a child's birth certificate, and the practice of removing a woman's name or preventing her from performing various tasks is not Islamic. Afghan is from a conservative society and Afghan society is not ready to change. Some circles blame the Taliban for the inhumane treatment of women, but the best denial of these allegations was made by Yvonne Ridley, a British woman journalist who spent a year with the Taliban and was impressed by their kind treatment. Became Muslim and defended them at every forum. This article will examine in detail the social, religious and educational rights of women in Afghanistan.

Key words: *Afghanistan, Women Rights in Afghanistan, Women issues in Afghanistan.*

افغانستان وسط ایشیا اور جنوبی ایشیا میں واقع ایک زمین بند ملک ہے۔ جس کا سرکاری نام اسلامی جمہوریہ افغانستان ہے۔ اس کے جنوب اور مشرق میں پاکستان، مغرب میں ایران، شمال مشرق میں چین، شمال میں ترکمانستان، ازبکستان اور تاجکستان ہیں۔ ارد گرد کے تمام

CC BY

ممالک سے افغانستان کے تاریخی، مذہبی اور ثقافتی تعلق بہت گہرا ہے۔ اس کے بیشتر لوگ مسلمان ہیں۔ یہ ملک بالترتیب ایرانیوں، یونانیوں، عربوں، ترکوں، منگولوں، برطانیوں، روسیوں اوراب امریکہ کے قبضے میں رہا ہے۔ مگر اس کے لوگ بیرونی قبضہ کے خلاف ہمیشہ مزاحمت کرتے رہے ہیں۔ ایک ملک کے طور پر اٹھارویں صدی کے وسط میں احمد شاہ ابدالی کے دور میں یہ ابھرا اگرچہ بعد میں درانی کی سلطنت کے کافی حصے ارد گرد کے ممالک کے حصے بن گئے [1]

1919ء میں شاہ امان اللہ خان کی قیادت میں انگریزوں سے افغانستان کی آزادی حاصل کی۔ جس کے بعد افغانستان صحیح معنوں میں ایک ملک بن گیا۔ مگر انگریزوں کے دور میں اس کے بیشتر علاقے حقیقت میں آزاد ہی تھے اور برطانیہ کبھی اس پر مکمل قبضہ نہیں رکھ سکا۔ آج افغانستان امریکی قبضہ میں ہے اور بظاہر ایک آزاد ملک اور حکومت کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ افغانستان پچھلے پینتیس سال سے مسلسل جنگ کی سی حالت میں ہے جس نے اس کو تباہ کر دیا ہے اور اس کی کئی نسلوں کو بے گھر کر دیا ہے۔ یہ تباہی کبھی غیروں کے ہاتھوں ہوئی اور کبھی خانہ جنگی سے یہ صورت حال پیدا ہوئی۔ اگرچہ افغانستان کے پاس تیل یا دوسرے وسائل کی کمی ہے مگر اس کی جغرافیائی حیثیت ایسی ہے کہ وہ وسطی ایشیاء، جنوبی ایشیاء اور مشرقِ وسطیٰ کے درمیان میں ہے اور تینوں خطوں سے ہمیشہ اس کے نسلی، مذہبی اور ثقافتی تعلق رہا ہے اور جنگی لحاظ سے اور علاقے میں اپنا دباؤ رکھنے کے لیے ہمیشہ اہم رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ استعماری طاقتوں نے ہمیشہ اس پر اپنا قبضہ یا اثر رکھنے کی کوشش کی ہے۔ افغانستان کا زیادہ رقبہ پتھریلا پہاڑی علاقہ ہے اس وجہ سے کسی بھی بیرونی طاقت کا یہاں قبضہ رکھنا مشکل ہے اور لوگ زیادہ تر قبائلی ہیں اس لیے کبھی بیرونی طاقتوں کو تسلیم نہیں کرتے، نتیجہ یہ کہ اس ملک کو کبھی بھی لمبے عرصے کے لیے امن نصیب نہیں ہو سکا۔

افغانی ثقافت کی تین اہم بنیادیں ہیں۔ ایرانی ثقافت، پشتون ثقافت اور اسلام۔ اس میں اسلام کا اثر سب سے زیادہ ہے۔ افغانیوں کے لیے ان کا ملک، قبیلہ سے وفاداری، مذہب، اپنا شجرہ نسب اور سب سے بڑھ کر آزادی بہت اہم ہیں۔ مذہب کے ساتھ ساتھ شاعری اور موسیقی بھی ان کی زندگی میں اہمیت رکھتے ہیں۔ افغانستان ایک تاریخ رکھتا ہے جس کے نشان جابجا آثارِ قدیمہ کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ بزکشی ان کا قومی کھیل ہے جو پولو سے ملتا جلتا ہے۔ اگرچہ تعلیم کی شرح کم ہے مگر قرآن و مذہب کی تعلیم اور شاعری خصوصاً قدیم فارسی شاعری ان کی زندگی اور خیالات کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ افغانستان کی سرزمین کو قدیم زمانے میں خراسان بھی کہا جاتا تھا۔ اب خراسان ایران کے ایک حصے کو کہا جاتا ہے مگر یہ دونوں علاقے (ایرانی اور افغانی خراسان) تاریخی طور پر ہمیشہ متعلق رہے ہیں۔ افغانی خراسان نے بڑے اہم لوگوں کو جنم دیا ہے جن کو عام لوگ عرب سمجھتے ہیں۔ مثلاً امام ابو حنیفہ کے قریبی اجداد کا تعلق افغانستان سے تھا۔ اسی طرح بو علی سینا جسے اسلامی اور مغربی دنیاؤں میں اپنے وقت کا سب سے بڑا طبیب اور حکیم گردانا جاتا ہے، کا تعلق بلخ سے تھا۔ بو علی سینا کے والد نے عرب کو ہجرت کی تھی۔ مولانا رومی کی پیدائش اور تعلیم بھی بلخ ہی میں ہوئی تھی۔ مشہور فلسفی ابو الحسن الفارابی کا تعلق افغانستان کے صوبہ فاریاب سے تھا۔ پندرہویں صدی کے مشہور فارسی صوفی شاعر نور الدین عبد الرحمن جامی کا تعلق افغانستان کے صوبہ غور کے گاؤں جام سے تھا۔ [2]

اسلامی معاشرے میں عورت کا مقام

اسلام دین فطرت انسانی کا مظہر ہے جس کی تعلیمات کے مطابق بنیادی حقوق کے لحاظ سے سب انسان برابر ہیں ہر بچہ فطرت اسلام پر ہی پیدا ہوتا ہے اور سب انسان اولاد آدم ہیں اس لحاظ سے اسلام میں جنس کی بنیاد پر عورت مرد کی کوئی تفریق نہیں اللہ کے نزدیک دونوں ہی اس کی مخلوق ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

> يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا[3]

> ترجمہ اے لوگو! اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک ہی جان سے پیدا کیا اور اسکی جنس سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سارے مرد اور عورتیں پھیلادیں اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو بے شک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے

قرآن پاک کے علاوہ کئی احادیث رسولؐ میں بھی عورتوں کے حقوق، فرائض اور ان کی معاشرے میں اہمیت کا ذکر موجود ہے خاتم النبیین حضرت محمدؐ نے ایک حدیث میں عورت کے وجود کو دنیا میں محبوب قرار دیا آپؐ نے فرمایا

> قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" حبب إلي من الدنيا النساء , والطيب، وجعل قرة عيني في الصلاة[4]

> مجھے تمہاری دنیا کی چیزوں میں سے خوشبو اور عورتیں محبوب بنائی گئی ہیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے

> قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ رَجُلٍ تُدْرِكُ لَهُ ابْنَتَانِ، فَيُحْسِنُ إِلَيْهِمَا مَا صَحِبَتَاهُ أَوْ صَحِبَهُمَا، إِلَّا أَدْخَلَتَاهُ الْجَنَّةَ[5]

> عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پاس دو لڑکیاں ہوں اور وہ ان کے ساتھ حسن سلوک (اچھا برتاؤ) کرے جب تک کہ وہ دونوں اس کے ساتھ رہیں، یا وہ ان دونوں کے ساتھ رہے تو وہ دونوں لڑکیاں اسے جنت میں پہنچائیں گی۔

افغان معاشرے میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں بلکہ بعض باتیں تو وہ ہیں جو عہد جاہلیت میں عربوں میں تھیں مگر وہ افغان روایات میں شامل ہیں جس پر وہ فخر کرتے ہیں جیسے افغان معاشرے میں خواتین کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی اور نہ ہی کسی معاملے میں کسی مشورے کے اندر ان کو شامل کیا جاتا ہے۔

عہدِ جاہلیت میں خواتین کے مقام و مرتبہ کی وضاحت کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول کافی ہے

> وَاللهِ إِنْ كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مَا نَعُدُّ لِلنِّسَاءِ أَمْرًا حَتَّى أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِنَّ مَا أَنْزَلَ، وَقَسَمَ لَهُنَّ مَا قَسَمَ[6]

> اللہ کی قسم! ہم دورِ جاہلیت میں عورتوں کو کوئی حیثیت ہی نہیں دیتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں اپنی ہدایات (آیات کی صورت میں) نازل فرمائیں اور ان کے لئے جو کچھ حصہ مقرر کرنا تھا، مقرر کیا

اس روایت میں اس کے بعد ذکر ہے کہ

قَالَ: فَبَيْنَا أَنَا فِي أَمْرٍ أَتَأَمَّرُهُ إِذْ قَالَتِ امْرَأَتِي لَوْ صَنَعْتَ كَذَا وَكَذَا، قَالَ: فَقُلْتُ لَهَا: مَا لَكِ وَلِمَا هَا هُنَا وَفِيمَ تَكَلُّفُكِ فِي أَمْرٍ أُرِيدُهُ، فَقَالَتْ لِي: عَجَبًا لَكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ مَا تُرِيدُ أَنْ تُرَاجَعَ أَنْتَ وَإِنَّ ابْنَتَكَ لَتُرَاجِعُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يَظَلَّ يَوْمَهُ غَضْبَانَ[7]

حضرت عمر رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ایک دن میں سوچ رہا تھا کہ میری بیوی نے مجھ سے کہا کہ بہتر ہے اگر تم اس معاملہ کا فلاں فلاں طرح کرو، میں نے کہا تمہارا اس میں کیا کام۔ معاملہ مجھ سے متعلق ہے تم اس میں دخل دینے والی کون ہوتی ہو؟ میری بیوی نے اس پر کہا: خطاب کے بیٹے! تمہارے اس طرز عمل پر حیرت ہے تم اپنی باتوں کا جواب برداشت نہیں کر سکتے تمہاری لڑکی (حفصہ) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جواب دے دیتی ہیں ایک دن تو اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ بھی کر دیا تھا۔

افغانستان میں حقوق نسواں

افغانستان میں خواتین کے حقوق پوری تاریخ میں مختلف ہیں۔ خواتین نے سرکاری طور پر 1964 کے آئین کے تحت مساوات حاصل کی[8]۔ تاہم ان حقوق کو 1990 کی دہائی میں خانہ جنگی کے دوران مختلف عارضی حکمرانوں جیسے طالبان نے چھین لیا تھا۔ خاص طور پر بعد کے حکمرانی کے دوران، خواتین کو آزادی کی بہت کم ضرورت تھی، خاص طور پر شہری آزادیوں کے معاملے میں۔ جب سے 2001 کے آخر میں طالبان کی حکومت کا خاتمہ ہوا ہے، اسلامی جمہوریہ افغانستان کے تحت خواتین کے حقوق آہستہ آہستہ بہتر ہوئے ہیں اور خواتین ایک بار پھر 2004 کے آئین کے تحت مردوں کے مساوی حقوق کی حیثیت اختیار کر رہی ہیں، جو بڑی حد تک اس بنیاد پر 1964ء میں مبنی تھی۔

افغانستان کے کچھ حکمرانوں نے خواتین کی آزادی کو بڑھانے کی مستقل کوشش کی ہے۔ زیادہ تر حصے میں، یہ کوششیں ناکام ہوئیں۔ تاہم، کچھ رہنما ایسے تھے جو کچھ اہم تبدیلیاں کرنے میں کامیاب رہے تھے۔ ان میں شاہ امان اللہ بھی تھا، جس نے 1919 سے 1929 تک حکومت کی اور ملک کو متحد کرنے اور جدید بنانے کی کوشش میں کچھ اور قابل ذکر تبدیلیاں کیں[9]۔ انہوں نے، دوسرے حکمرانوں کے ساتھ مل کر، ان کی پیروی کرتے ہوئے، عوامی شعبے میں خواتین کے لئے آزادی کو فروغ دیا۔ شاہ امان اللہ نے خواتین تعلیم کی اہمیت پر زور دیا۔ اہل خانہ کو اپنی بیٹیوں کو اسکول بھیجنے کی ترغیب دینے کے ساتھ ساتھ، انہوں نے خواتین کی نقاب کشائی کو فروغ دیا اور انھیں زیادہ مغربی طرز کے لباس کو اپنانے پر راضی کیا۔ 1921 میں، اس نے ایک قانون بنایا جس کے تحت جبری شادی، بچوں کی شادی اور دلہن کی قیمتوں کو ختم کر دیا گیا اور اس نے افغانستان کے خطے میں گھرانوں میں عام رواج متعدد شادی پر پابندی عائد کر دی۔ وقت کے ساتھ ساتھ ان پابندیوں کا نفاذ تقریبا ناممکن ہو گیا۔

افغان خواتین کے لئے جدید معاشرتی اصلاح کا آغاز اس وقت ہوا جب شاہ امان اللہ کی اہلیہ ملکہ سوریا نے خواتین کی زندگی اور خاندان میں ان کی حیثیت کو بہتر بنانے کے لئے تیز رفتار اصلاحات کیں۔ وہ افغانستان میں حکمرانوں کی فہرست میں شامل ہونے والی واحد خاتون تھیں اور انہیں یہ اعزاز حاصل تھا کہ وہ پہلی اور طاقتور افغان اور مسلمان خواتین کارکنوں میں سے ایک تھیں۔ ملکہ سوریا، اپنے شوہر کے ساتھ، خواتین کے لئے معاشرتی اصلاحات کی وکالت ایک احتجاج کا باعث بنی اور 1929 میں ان کے اور ان کے شوہر کی حکمرانی کے خاتمے میں اہم کردار ادا کیا[10]۔

جانشین محمد نادر شاہ اور محمد ظاہر شاہ نے زیادہ محتاط سلوک کیا، لیکن اس کے باوجود خواتین کے حقوق میں اعتدال پسند اور مستحکم بہتری کے لئے کام کیا، 20 ویں صدی کے دوران، مردوں نے خواتین پر قابو پالیا۔ 1953 میں محمد داؤد خان کے وزیر اعظم منتخب ہونے کے بعد، خواتین کو زیادہ عوامی ترغیب دینے والی سماجی اصلاحات کی حوصلہ افزائی ہوئی۔

اس کا ایک مقصد خواتین کو دوسرے درجے کی شہری سمجھنے کی انتہائی قدامت پسند، اسلام پسند روایت سے آزاد ہونا تھا۔ اپنے دور میں، انہوں نے جدید کاری کی طرف اہم پیشرفت کی[11]۔ بہت سی خواتین سائنسدانوں، اساتذہ، ڈاکٹروں، اور سرکاری ملازمین کی حیثیت سے ملازمت پر قادر تھیں اور انھیں نمایاں تعلیمی مواقع کے ساتھ کافی حد تک آزادی حاصل تھی[12]۔

افغانستان کے 1964 کے آئین نے خواتین کو عالمی حقوق کی بنیاد پر مساوی حقوق اور منصب کے لئے انتخاب لڑنے کے حق سمیت مساوی حقوق دیئے۔ تاہم، خواتین کی اکثریت کو ان مواقع سے خارج کرنے کا سلسلہ جاری رہا، کیونکہ ان اصلاحات کا شہروں سے باہر بہت کم اثر ہوا۔ دیہی علاقوں میں ایک قبائلی معاشرہ تھا۔

1977 میں، انقلابی انجمن برائے خواتین کی خواتین (راوا) کی بنیاد مینا کیشور کمال نے رکھی تھی۔ اس کا دفتر پاکستان کے کوئٹہ منتقل کر دیا گیا تھا، جہاں اسے 1987 میں قتل کیا گیا تھا۔ راوا اب بھی افغانستان پاکستان خطے میں کام کرتی ہے۔

افغان خواتین کونسل

افغان خواتین کونسل **(AWC)** جمہوریہ افغانستان (1978–87) اور جمہوریہ افغانستان (1987-1992 کے درمیان) کے تحت ایک تنظیم تھی۔ 1989 تک، اے ڈبلیو سی کی سربراہی معصومہ عصمتی وردک کرتی تھی اور آٹھ خواتین پر مشتمل عملہ چلاتا تھا۔ 1978 میں، نور محمد ترہکی کی سربراہی میں حکومت نے خواتین کو مساوی حقوق دیئے۔ اس سے انہیں اپنے شوہروں اور کیریئر کا انتخاب کرنے کی نظریاتی صلاحیت ملی۔ یہ دعوی کیا جاتا ہے کہ 1991 میں تقریبا سات ہزار خواتین اعلی تعلیم کے ادارے میں تھیں اور افغانستان کے آس پاس کے اسکولوں میں تقریبا 230000 لڑکیاں زیر تعلیم تھیں۔ یہاں قریب 190 خواتین پروفیسرز اور 22000 خواتین اساتذہ موجود تھیں[13]۔

مجاہدین اور طالبان کا دور

1992 میں، محمد نجیب اللہ کی سربراہی میں حکومت اسلامی ریاست افغانستان میں منتقل ہوگئی۔ افغانستان میں جنگ ایک نئے مرحلے تک جاری رہی جب گلبدین حکمت یار نے کابل میں دولت اسلامیہ کے خلاف بمباری مہم شروع کی[14]

دولت اسلامیہ کے قائم ہونے پر عائد پابندیاں "شراب پر پابندی اور خواتین کے لئے کبھی کبھی ۔ خالص علامتی پردہ کا نفاذ" تھیں۔ تاہم 1996 میں حکمت یار کو بطور وزیر اعظم اسلامی ریاست میں ضم کرنے کے بعد خواتین پر زیادہ پابندیاں لگنا شروع ہوگئیں۔ انہوں نے ٹی وی پر آنے والی خواتین کو برطرف کرنے کا مطالبہ کیا۔ چار سالہ پُر تشدد خانہ جنگی کے دوران متعدد خواتین کو اغوا کیا گیا تھا اور ان میں سے کچھ نے عصمت دری کی تھی۔ اس عرصے کے دوران طالبان نے کابل پر کنٹرول حاصل کرنے کے لئے اپنا راستہ بنایا۔

اپنے رہنما ملا عمر کی طرح، زیادہ تر طالبان فوجی پڑوسی پاکستان کے وہابی اسکولوں میں پڑھے لکھے غریب دیہاتی تھے۔ پاکستانی پشتون بھی اس گروپ میں شامل ہوئے۔ طالبان نے اعلان کیا کہ خواتین کو کام پر جانے سے منع کیا گیا ہے اور یہ کہ وہ گھر سے باہر نہیں نکلیں گے جب تک کہ وہ گھر والے مرد کے ساتھ نہ ہوں۔ جب وہ باہر چلے جاتے، تو انہیں ایک احاطہ برقعہ پہننا پڑتا تھا۔ خواتین کو باضابطہ تعلیم سے انکار کیا گیا تھا اور عام طور پر انہیں گھر پر ہی رہنے پر مجبور کیا جاتا تھا۔[15]

طالبان دور اور ایوان (مریم) ریڈلی

ریڈلی ۱۱ ستمبر کے واقعے کے کچھ دنوں بعد افغانستان کے حالات معلوم کرنے کے لئے ویزے کے بغیر سرحد عبور کر گئی تھیں۔ طالبان نے شک کی بناپر انہیں گرفتار کر لیا اور چند دنوں تک نہائت عزت اور احترام کے ساتھ حراست میں رکھا۔ برطانیہ کے خفیہ اداروں نے کوشش کی کہ طالبان کو ریڈلی کے یہودی جاسوس ہونے کا یقین دلایا جائے تاکہ وہ اسے قتل کر دیں اور اتحادیوں کو دنیا میں یہ بات پھیلانے کا موقع مل جائے کہ طالبان صحافیوں کو قتل کر رہے ہیں۔ چنانچہ طالبان کو ایسے جعلی ثبوت کئی ذرائع سے مہیا کئے گئے جن سے ریڈلی کا یہودی جاسوسہ ہونا ثابت ہوتا تھا۔ مگر طالبان مشتعل ہوئے بغیر ریڈلی سے تفتیش کرتے رہے اور جلد ہی سمجھ گئے کہ ریڈلی بے گناہ ہے۔ انہوں نے یہ بھی محسوس کر لیا کہ انہیں ریڈلی کے قتل پر اکسانے کی سازش ہو رہی ہے، چنانچہ انہوں نے ریڈلی کو آزاد کر دیا اور وہ باعزت طور پر برطانیہ واپس آ گئی۔

طالبان کے حسن سلوک نے ریڈلی کو اسلام اور قرآن مجید کے مطالعہ کی طرف راغب کیا اور ایک سال تک حق کی تلاش میں غور و فکر کرنے کے بعد اس نے اسلام قبول کر کے اپنا نام 'مریم' رکھ لیا۔ اسلما قبول کرنے سے کئی ماہ قبل ریڈلی نے اپنی کتاب 'طالبان کی قید میں' تحریر کی تھی جس میں ایک طرف طالبان کے حسن سلوک، دلیری اور اصول پسندی کی تعریف کی گئی ہے اور ساتھ ہی یہ انکشاف بھی کیا گیا ہے کہ طالبان کو انکے خلاف جعلی ثبوت فراہم کرنے والے خود برطانوی اور اتحادی اہلکار تھے، جو استعماری منصوبوں کی تکمیل کے لئے اپنے معزز اور بے گناہ شہری کو موت کی بھینٹ چڑھانے سے ذرا بھی شرم محسوس نہیں کر رہے تھے۔[16]

طالبان اکثر یہ استدلال کرتے تھے کہ انہوں نے خواتین پر جو پابندیاں عائد کی ہیں وہ در حقیقت مخالف جنس ان کا تحفظ کرنے کا ایک طریقہ ہے۔

اکیسویں صدی

2001 کے آخر میں، اقوام متحدہ نے حامد کرزئی کی سربراہی میں ایک نئی حکومت تشکیل دی، جس میں 1990 کی دہائی سے پہلے کی طرح کی خواتین بھی شامل تھیں۔ 2004 کے نئے آئین کے تحت، ایوانِ عوام کی 250 نشستوں میں سے 27 فیصد خواتین کے لئے مخصوص ہیں۔

مارچ 2012 میں، صدر کرزئی نے ایک "ضابطہ اخلاق" کی توثیق کی تھی جسے علماء کونسل نے جاری کیا تھا۔ کچھ قواعد میں کہا گیا ہے کہ "خواتین کو مرد سرپرست کے بغیر سفر نہیں کرنا چاہئے اور اسکولوں، بازاروں اور دفاتر جیسی جگہوں پر مردوں کے ساتھ گھل ملنا نہیں چاہئے۔" کرزئی نے کہا کہ یہ اصول اسلامی قانون کے مطابق ہیں اور ضابطہ اخلاق کو افغان خواتین کے گروپ کی مشاورت سے لکھا گیا ہے۔ "حقوق کی تنظیموں اور خواتین کارکنوں نے کہا ہے کہ اس ضابطہ اخلاق کی توثیق کر کے کرزئی" سخت کامیابی سے ہونے والی پیشرفت کو خطرے میں ڈال رہے ہیں۔

گذشتہ دہائی کے دوران، خاص طور پر بڑے شہری علاقوں میں، افغان خواتین کی مجموعی صورتحال میں بہتری آئی ہے، لیکن ملک کے دیہی علاقوں میں رہنے والی خواتین کو اب بھی بہت ساری پریشانیوں کا سامنا ہے۔

خواتین کے حقوق غصب

طالبان کو خواتین کے حقوق کا غاصب کہا جاتا رہا ہے مگر ایسی کوئی مثال اب تک سامنے نہیں آئی جس میں واقعی کسی عورت نے ان پر حقوق کی پامالی کا الزام لگایا ہو۔ طالبان سے قبل دہشت گرد کمانڈروں نے عورتوں کی عصمت دری کو معمول بنا لیا تھا۔ طالبان نے عورتوں کی عزت وآبرو کا تحفظ یقینی بنایا۔ افغان ماؤں بہنوں کو نہ صرف وہ مقام واپس دلایا جو صدیوں سے اس معاشرے میں ان کی پہچان تھا بلکہ ایسے اقدامات بھی کئے جو ان سے قبل کسی نے نہ کئے تھے۔ افغان قبائل میں عورتوں کی فروخت عام بات تھی، باپ پیسے لے کر لڑکی کسی کو بھی بیچ دیتا کہ وہ اس سے نکاح کر لے، اس میں لڑکی کی اجازت کا کوئی دخل نہ ہوتا تھا طالبان نے اس خلاف انسانیت اور غیر شرعی عمل کو ختم کر دیا۔ نکاح میں عورتوں کی مرضی کو لازمی قرار دیا۔ قبائل آپس کی دشمنی ختم کرنے اور صلح صفائی کا معاملہ طے کرنے کے لئے تحفے کے طور پر عورتوں کا تبادلہ کرتے تھے جیسے قدیم بادشاہ باندیوں کا تبادلہ کرتے تھے۔ طالبان نے اس رواج کا خاتمہ کیا۔ طالبان دور میں عورتوں کے اغوا، آبروریزی یا مجرمانہ حملے کا گراف گر کر صفر پر آگیا، ایسی مثال پوری دنیا میں کہیں اور نہیں ملتی۔[17]

عورتیں گھروں میں قید

طالبان پر عورتوں کو گھروں میں مقید کرنے اور زبردستی پردے کا پابند کرانے کا الزام بھی حقیقت پر مبنی نہیں ہے۔ یہ درست ہے کہ طالبان نے ۱۹۹۶ میں کابل پر قبضے اور اس طرح ۱۹۹۸ میں مزار شریف وغیرہ کی فتح کے بعد عورتوں کو گھروں میں رہنے کے لئے کہا تھا مگر اس کا مطلب انہیں قید کرنا نہیں بلکہ ان کا تحفظ تھا جو فتح کے ابتدائی دنوں میں جنگی ماحول ہونے کے باعث انہیں سڑکوں پر فراہم

نہیں کیا جاسکتا تھا۔ بعد میں عورتیں اپنے قدیم طریقے کے مطابق پردہ کر کے ضروریات کے لئے باہر نکلنا شروع ہوئیں تو انہیں کہیں نہیں روکا گیا۔

جہاں تک برقعے یا پردے کا تعلق ہے تو اکثر افغان عورتیں طالبان سے پہلے بھی ٹوپی نما برقع اوڑھتی تھیں اور اب بھی اپنی اس روائت پر عمل کرتی ہیں۔ صرف چند فیصد عورتیں برقعہ کے بغیر نکلتی ہیں مگر وہ بھی چادر یا دوپٹہ لیتی ہیں، ایسی عورتیں جو سر کھول کر باہر نکلتی ہوں ایک فیصد سے بھی کم ہیں، معاشرے میں انہیں بہت برا سمجھا جاتا ہے اور اس حالت میں کوئی بھی مرد مشتعل ہو کر ان کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اس لئے طالبان نے برائی کا راستہ بند کرنے کے لئے ان بے پردہ عورتوں کو بھی پردے کی ہدائت کی جسے افغان عوام نے بالکل برا نہیں سمجھا کیونکہ یہ ایک قلیل گروہ کو قومی دھارے میں شامل کرنے اور انہیں اسلامی تہزیب سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش تھی۔[18]

لڑکیوں کی تعلیم سے محرومی؟

لڑکیوں کو عصری تعلیم سے محروم رکھنے کا الزام بھی طالبان پر لگایا جاتا ہے، حالانکہ طالبان لڑکیوں کی تعلیم کے نہیں بلکہ مخلوط تعلیمی نظام کے مخالف تھے۔ انہوں نے اپنے محدود وسائل کے مطابق لڑکیوں کے چند الگ اسکول شروع بھی کر دئے تھے۔ اگر وسائل ہوتے تو یہ سلسلہ پورے ملک میں پھیل سکتا تھا مگر تنگ دستی ان کے کئی منصوبوں کی طرح اس منصوبے کے راستے میں بھی رکاوٹ بنی رہی۔ تاہم کئی تعلیمی اداروں میں لڑکیاں پردے میں جوق در جوق پڑھنے جا رہی تھیں، میڈیکل یونیورسٹیوں میں لڑکیوں کی تعداد لڑکوں سے زیادہ تھی۔ طالبان لڑکیوں کو قومی دھارے سے الگ کرنے یا عضو معطل بنانے کے قائل نہیں تھے مگر وہ انہیں شو پیس بھی بنانا نہیں چاہتے تھے۔ انہوں نے عورتوں کو سینیما اور اشتہارات میں کام کرنے کی اجازت نہیں دی مگر ان کے دور میں وزارت صحت، وزارت داخلہ، وزارت تعلیم اور وزارت سماجی بہبود میں افغان عورتیں بھرپور انداز میں کام کر رہی تھیں۔[19]

صحت کی سہولیات

طالبان پر ایک الزام یہ بھی لگایا جاتا ہے کہ وہ عورتوں کے علاج معالجے کے مخالف تھے حالانکہ یہ بھی درست نہیں ہے، چند ضروری ہدایات کے علاوہ انہوں نے عورتوں کے علاج معالجے پر کوئی پابندی عائد نہیں کی

عورتیں ہمیشہ لیڈی ڈاکٹر سے رجوع کریں، اگر مرد ڈاکٹر کے پاس جانا ضروری ہو تو کسی قریبی رشتہ دار کے ساتھ جائیں۔ مریضہ کے معائنہ کے دوران مریضہ اور معالج دونوں شرعی حجاب پہنے ہوں۔ مرد معالج مریضہ کے متاثرہ حصے کے سوا کسی دوسرے حصے کو نہ دیکھے نہ چھوے۔ ہسپتال میں بیمار خواتین کی انتظار گاہیں مردوں سے الگ اور باپردہ ہوں۔ رات کو ہسپتال کے جن کمروں میں عورتیں مریض ہوں وہاں کوئی مرد ڈاکٹر بغیر طلب کئے داخل نہ ہو۔ خواتین ڈاکٹر سادہ لباس زیب تن کریں۔ میڈیکل شعبے کی عورتیں ڈرائیور کے ساتھ نشست پر نہ بیٹھیں۔[20]

روزگار

طالبان ماضی کے افغان قوانین سے متفق نہیں تھے جس کی وجہ سے مخلوط طور پر کام کرنے کی جگہ میں خواتین کو ملازمت مل سکتی تھی۔ دعویٰ یہ تھا کہ یہ پردہ اور شرعی قانون کی خلاف ورزی ہے۔ 30 ستمبر 1996 کو، طالبان نے حکم دیا کہ تمام خواتین کو روزگار پر پابندی عائد کرنی چاہئے۔ایک اندازے کے مطابق سرکاری ملازمین میں 25 فیصد خواتین تھیں

طالبان کے اعلیٰ رہنما محمد عمر نے خواتین سرکاری ملازمین اور اساتذہ کو یقین دلایا کہ وہ اب بھی ہر ماہ 5 امریکی ڈالر اجرت لیتی رہیں، حالانکہ یہ ایک قلیل مدتی پیش کش تھی۔ایک طالبان نمائندے نے بتایا: "طالبان کی جانب سے 30000 ملازمت سے پاک خواتین کو ماہانہ تنخواہ دینے کا عمل، جواب گھر میں آرام سے بیٹھی ہیں، خواتین کے حقوق کے حوالے سے طالبان کو بدنام کرنے والے افراد کے چہرے پر ایک سرقہ ہے۔ یہ لوگ بے بنیاد پروپیگنڈہ کے ذریعے افغانستان کی خواتین کو طالبان کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

شعبہ صحت سے متعلقہ خواتین کو ملازمت پر پابندی سے مستثنیٰ قرار دیا گیا تھا، یہ خواتین نسواں، زچگی اور دائیوں کی خدمات کے تسلسل کو یقینی بنانے کے لئے بہت ضروری تھیں، چاہے یہ بہت زیادہ سمجھوتہ کرنے والی سطح پر ہو۔

حواشی، حوالہ جات

[1] "Afghanistan | history – geography". *Encyclopedia Britannica* (بزبان انگریزی).

[2] Ramamoorthy , Gopalakrishna ,The Geography and Politics of Afghanistan, page 41, 71,Concept publishing company

[3] سورہ النسا: ۴

[4] نسائی، سنن، کتاب عشرۃ النسا، باب: (حُبِّ النِّسَاءِ)، رقم الحدیث: ۳۳۹۱

[5] ابن ماجہ، سنن، کتاب الأدب، باب: (بِرِّ الوَالِدِ وَالإحْسَانِ إِلَى البَنَاتِ)، رقم ال حدیث: ۳۶۷۰

[6] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب: (تبتغی مرضاۃ ازواجک)، رقم الحدیث: 4913۔ مسلم بن الحجاج، الجامع الصحیح، باب فی الا یلاء واعتزال النساء، رقم الحدیث: 1479

[7] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب: (تبتغی مرضاۃ ازواجک)، رقم الحدیث: 4913۔ مسلم بن الحجاج، الجامع الصحیح، باب فی الا یلاء واعتزال النساء، رقم الحدیث: 1479

[8] Rose Leda Ehler , Daniel Lewis, Elizabeth Espinosa, Jane Farrington Gabe Ledeen, *"An introduction to the constitutional law of Afghanistan" p 15*

[9] *Keddie, Nikki R. (2007); Women in the Middle East past and present. Princeton University Press. ISBN 978-0-691-12863-4.*

[10] *Ghosh,Dr. Huma Ahmed "A History of Women in Afghanistan: Lessons Learnt for the Future" .. Aletta, Institute for Women's History. May 2003. Retrieved 2 December 2010*

[11] *Armstrong, Sally (6 January 2003). Veiled Threat: The Hidden Power of the Women of Afghanistan. Seal Press. ISBN 978-1-56858-252-8.*

[12] *Rostami-Povey, Elaheh (16 October 2007). Afghan Women: Identity and Invasion. Zed Books.*

[13] *Lawrence Kaplan. Fundamentalism in comparative perspective. Univ of Massachusetts Press. p. 144. .*

[14] *Amin Saikal. Modern Afghanistan: A History of Struggle and Survival (2006 1st ed.). I.B. Tauris & Co Ltd., London New York. pp. 214–215. ISBN 1-85043-437-9.*

[15] *Skaine, Rosemarie (23 September 2008). Women of Afghanistan In The Post-Taliban Era: How Lives Have Changed and Where They Stand Today. McFarland. ISBN 978-0-7864-3792-4.*

[16] ریحان، محمد اسماعیل: تاریخ افغانستان؛ ج دوم، ص ۳۱۰؛ المناھل پبلشرز، کراچی

[17] ریحان، محمد اسماعیل: تاریخ افغانستان؛ ج دوم، ص ۳۳۱؛ المناھل پبلشرز، کراچی

[18] ریحان، محمد اسماعیل: تاریخ افغانستان؛ ج دوم، ص ۳۳۱؛ المناھل پبلشرز، کراچی

[19] ریحان، محمد اسماعیل: تاریخ افغانستان؛ ج دوم، ص ۳۳۲؛ المناھل پبلشرز، کراچی

[20] ریحان، محمد اسماعیل: تاریخ افغانستان؛ ج دوم، ص ۳۳۵؛ المناھل پبلشرز، کراچی